معلم الانشاء سوئم
کے نمونوں کا ترجمہ
محمد گل ریز رضا مصباحی
مدناپوری، بریلی شریف
ناشر
مصباحی لائبریری
مدناپور، بہیڑی، بریلی شریف یوپی

# اللہ کے رسول ﷺ کی حیات طیبہ ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔

## (ماخوذ از نظرات۔ مصطفےٰ لطفی منفلوطی)

بے شک اللہ کے رسول ﷺ کے وہ اخلاق کریمانہ اور آپ علیہ السلام کی وہ عمدہ خصلتیں جن کے مثل پر کسی انسانی نفس کی تخلیق نہ ہوئی وہ انسان کو ان غیر فطری باتوں سے بے نیاز کردیتی ہیں جو اس کو آسمان، زمین، پانی اور ہوا سے پہنچتی ہیں۔(یعنی عناصر اربعہ سے پہنچنے والی تمام غیر فطری، طبعی باتوں سے بے نیاز کردیتی ہیں۔)

آپ ﷺ اپنے علم، بردباری، صبر و تحمل، تواضع وانکساری اور جذبۂ ایثار و قربانی کے معجزات سے اہل عرب کو اس سے کہیں زیادہ محو حیرت کرتے تھے جتنا آپ ان کو اپنے کنکریوں کو کلمہ پڑھانے، چاند کو شق کرنے، درخت کو چلانے اور پتھر کو نرم و گداز بنانے والے معجزات سے محو حیرت کرتے۔ اور ایسا اس لیے تھا کہ پہلی قسم کے معجزات میں شک وشبہ کی وہ باتیں نہ تھیں جو دوسری قسم کے معجزات اور نجومیوں کی قیافہ شناسی، کاہنوں کی کہانت اور جادوگروں کی جادوگری کے درمیان ہو سکتی تھیں۔

آپ ﷺ اگر ان عمدہ صفات، فطری خصلتوں اور ذاتی کمالات کے حامل نہ ہوتے تو عجوبے اور غیر معمولی باتیں آپ کے تمام مطالب کو بحسن و خوبی پائے تکمیل سے آشنا نہ کرتیں اور آپ ﷺ کے معجزات اس طرح اثر انگیز نہ ہوتے جیسے کہ ہوئے اور یہی تو اللہ تعالی کے اس قول کا مفہوم ہے: "اور اگر آپ تند مزاج اور سخت دل ہوتے تو آپ کے آس پاس والے کبیدہ خاطر ہوکر برگشتہ ہوجاتے"۔

اللہ کے رسول ﷺ شیر دل تھے تبھی تو آپ ﷺ نے اس مشرک قوم کو بلا خوف و خطر توحید کی طرف بلایا جس قوم کے بارے میں آپ کو بخوبی علم تھا کہ وہ بد خلق، تند مزاج، سنگ دل اور نہایت غضبناک لوگ ہیں وہ اپنے دین کے نام پر ویسے ہی غضبناک ہو اٹھتے ہیں جیسے وہ اپنی عزت و ناموس کی خاطر بھڑک اٹھتے ہیں اور وہ اپنے معبودوں سے ویسے ہی محبت کرتے ہیں جیسے وہ اپنی آل و اولاد سے محبت کرتے ہیں۔

آپ ﷺ کو اپنے مشن کی کامیابی کا پورا یقین تھا تو آپ ﷺ قریش سے اس سے کہیں سخت لہجے میں بات کرتے جتنا کہ ان کا آپ کے ساتھ استہزا اور مذاق ہوتا(یعنی جیسے جیسے قریش کا آپ کے ساتھ استہزا اور مذاق بڑھتا جاتا ویسے ویسے ان کے ساتھ آپ کا طرز تکلم بھی سخت ہوتا جاتا)ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:" اے جماعت قریش بخدا عنقریب تم اس چیز کو جان جاؤ گے جس کو تم نہیں پہچانتے ہو اور اس سے تم محبت کرنے لگوگے جس کو تم ابھی ناپسند کررہے ہو"۔

رسول اللہ ﷺ بردبار، نرم اخلاق تھے آپ کو کبھی بھی اس بات نے پریشان نہ کیا کہ آپ کی قوم آپ کو تکلیفیں دیتی، آپ پر عیب لگاتی، آپ کی تحقیر کرتی، آپ کے سر پر خاک ڈالتی اور آپ کی پشت پر حالت نماز میں بکری کی آنتڑی اور اونٹ کی اوجھڑی رکھدیتی ہے بلکہ آپ ﷺ یہی فرماتے:"اے میرے اللہ !میری قوم کو معاف فرمادے اس لیے کہ وہ مجھے جانتی نہیں ہے"۔

آپ ﷺ بلند حوصلہ، پرامید اور مضبوط دل تھے اللہ تعالی کی طرف لوگوں کو دعوت دینے کے سلسلے میں ۱۳ سال اپنی قوم میں ٹھہرے رہے اور اس درمیان اکا دکا لوگوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا لیکن اس کے باوجود آپ ملول خاطر نہ ہوئے اور ناامیدی آپ کے دل تک رسائی حاصل نہ کرسکی چنانچہ اللہ کے رسول ارشاد فرماتے تھے:"اگر قریش میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ

میں چاند رکھدیں کہ میں اپنے اس مشن کو چھوڑدوں جب بھی میں اس سے باز آنے والانہیں یہاں تک کہ اللہ اپنے دین کو غلبہ عطافرمائے یا میں خود اس کی راہ میں کام آجاؤں"۔

آپ ﷺ کا یہی معاملہ رہا یہاں تک کہ آپ کو یہ علم ہوگیا کہ مکہ شریف مشن کی جولان گاہ اور اسلام کے نیرِ تاباں کی جلوہ گاہ نہیں بن سکے گا چنانچہ آپ ﷺ مدینہ شریف ہجرت فرما گئے تو آپ کے مکہ شریف سے مدینہ شریف کی طرف ہجرت کرنے سے اسلام بھی سکون سے حرکت میں آگیا، مرحلۂ خفا سے مرحلۂ ظہور کی طرف منتقل ہوگیا۔

اس طرح واقعۂ ہجرت اسلامی تاریخ کے منصّۂ شہود ہونے کا نقطۂ آغاز تھا کیونکہ ہجرت اسلام کی انقلابی شکلوں میں سے سب سے بڑی شکل ہے اور ہجرت مسلمانوں کے لیے موقع عید ہے جس کا مسلمان ہر سال جشن مناتے ہیں کیونکہ ہجرت حق وصداقت پر ثابت قدمی اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کی ایک حسین یادگار ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ ہجرت میں بڑے بڑے مصائب وآلام سے دوچار ہوئے، کیونکہ آپ کی قوم کو آپ کا مکہ سے ہجرت کر جانا ناگوار تھا یہ آپ سے محبت کی بنیاد پر نہیں تھا بلکہ وہ اس بات سے خوف زدہ تھے کہ آپ ﷺ اپنی ہجرت گاہ میں ایسے اعوان وانصار پالیں گے جو آپ کو مکہ شریف میں میسر نہیں آئے، گویا ان کو اس بات کا کافی احساس تھا کہ آپ ﷺ حق وصداقت کے متلاشی ہیں اور حق و صداقت کا داعی یقیناً حق پسندوں کے درمیان اعوان وانصار پا ہی لیتا ہے، اس طرح آپ کی قوم نے آپ کے پیچھے جاسوسوں کا جال بچھا دیا آپ ﷺ ہجرت کی رات احتیاطی تدبیر اختیار کرتے ہوئے اہل مکہ کے درمیان سے نکل گئے اور آپ ﷺ نے اپنے بستر پر اپنے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لٹا دیا، اللہ کے رسول ﷺ کا اس سے مقصد اہل مکہ کے ساتھ استہزا کرنا، اور ان کو خود تک پہنچنے سے غافل کرنا تھا (پھر کیا تھا) آپ ﷺ اور آپ کے رفیق غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چٹانوں پر چڑھتے اترتے، غاروں اور گپھاؤں میں گھستے، وادیوں اور گھاٹیوں کی پناہ لیتے ہوئے چلتے رہے یہاں تک کہ ان سے تلاش وجستجو کا سلسلہ منقطع ہوگیا اور صبر وتحمل اور حق وصداقت پر ثابت قدمی کے نتیجہ میں آپ دونوں اپنے مقصود ومراد کو پہنچ گئے

بیشک اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی عظیم ترین نمونۂ حیات ہے عمدہ اخلاق اور بہترین خصلتوں سے آراستہ ہونے کے لیے جسکی اقتدا مسلمانوں پر واجب ہے۔ اور آپ ﷺ کی زندگی بہترین درسگاہ ہے جس سے یہ سیکھنا ضروری ہے کہ صدق قول، اخلاص عمل اور رائے پر ثابت قدمی کامیابی تک پہنچنے کا ذریعہ کیسے بنتے ہیں اور حق کی راہ میں جہاد باطل پر غلبہ اور فوقیت کا سبب کیسے بنتا ہے۔

ہمیں یونانی فلسفیوں، رومی دانشوروں اور انگریز سائنس دانوں کی سوانح حیات کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ ہمارے لیے ہماری تاریخ میں ایک شریف پیہم کوشش ،مسلسل عمل، صبر وتحمل ، استقامت ،ثابت قدمی، محبت و الفت، حکمت و دانائی، سیاست وسربراہی، شرف حقیقی اور مکمل انسانیت سے مالامال زندگی ہے اور یہ ہمارے نبی ﷺ کی زندگی ہے اور یہ زندگی بطور آئیڈیل ہمارے لیے کافی ووافی ہے۔

## مصنوعی دین (از ڈاکٹر احمد امین)

کیا آپ قدرتی ریشم اور مصنوعی ریشم کے درمیان فرق جانتے ہیں؟ اور کیا آپ شیر اور صورتِ شیر کے درمیان فرق جانتے ہیں؟ اور کیا آپ حقیقی دنیا اور نقشہ پر بنی ہوئی دنیا کے درمیان فرق جانتے ہیں؟ اور کیا آپ حالت بیداری اور حالت خواب میں اپنے عمل کے درمیان فرق جانتے ہیں؟ اور کیا آپ اس آگ کے درمیان جو آپ کے سامنے بھڑک رہی ہو اور اس کی نذر کیے جانے والے تمام ایندھن کو

خاکستر کر دے اور کلمہ آگ کے درمیان جبکہ آپ اسے اپنی زبان حال سے ادا کریں اور وہ ذرا بھی گزند نہ پہونچائے، ان دونوں آگوں کے درمیان فرق جانتے ہیں؟ اور کیا باحیات متحرک انسان اور مارکیٹ میں کپڑوں کی نمائش کے لیے رکھے ہوئے جعلی انسان کے درمیان فرق جانتے ہیں؟ اور کیا آپ اپنے بچے کو کھوکر نوحہ کرنے والی اور بااجرت نوحہ کرنے والی عورت کے درمیان فرق جانتے ہیں؟ اور کیا آپ جنگجو فوجی کی تلوار اور جمعہ کے دن خطیب کی لکڑی کی تلوار کے درمیان فرق جانتے ہیں؟ اور کیا آپ باحیات لوگوں اور پردۂ سیمیں پر نظر آنے والے لوگوں کے درمیان فرق جانتے ہیں؟ اور کیا آپ آواز اور صدائے بازگشت کے درمیان فرق جانتے ہیں؟ اگر آپ ان چیزوں کے درمیان فرق کو جانتے ہیں تو یقین جانو بعینہ یہی فرق سچے دین اور مصنوعی دین کے درمیان ہے۔ محققین اپنے ذہنوں کو اور مؤرخین خود کو اس کا سبب شناخت کرنے کے لیے اوراق گردانی اور اپنے دستاویزوں کی چھان بین میں تھکا دیتے ہیں کہ مسلمانوں نے اپنے ابتدائی معاملہ میں حیرت انگیز کارنامے انجام دیے چنانچہ انھوں نے جہاد کیا، فتح و نصرت سے ہمکنار ہوئے اور قیادت کی اور انھیں مسلمانوں نے اپنے آخری معاملہ میں بھی حیرت ناک کارنامے انجام دیے (پھر کیا ہوا) تو کمزور ہوییے، ذلت و رسوائی ان کا مقدر بنی، عاجزی اور نامرادی کا اظہار کیا جبکہ قرآن بھی وہی ہے اور اسلام کی تعلیمات بھی وہی ہیں اور کلمۂ توحید بھی وہی ہے، ہر چیز وہی ہے تو ان محققین اور مؤرخین نے بیان سبب میں چند مذاہب اور مختلف طریقے اپنائے ہیں اور جہاں تک میرا خیال ہے اس کی صرف ایک وجہ ہے اور وہ ہے سچے دین اور مصنوعی دین کے درمیان فرق۔

مصنوعی دین چند حرکات و سکنات اور الفاظ والے دین کا نام ہے جس کے پیچھے کوئی حقیقت نہیں اور سچا دین حقیقی روح و قلب کا نام ہے اور جوش ایمان کا نام ہے۔

من گڑھت اور مصنوعی دین میں نماز ورزش نما کھیل ہے اور حج مشینری حرکت اور جسمانی سفر ہے اور دینی مناظر کھیل تماشے کے کام ہیں اور مداری صورتیں ہیں۔

اور مصنوعی دین میں کلمۂ توحید ایک بے مفہوم خوبصورت قول ہے ہاں دین حقیقی کے اندر تو کلمۂ توحید ہی سب کچھ ہے اور یہ مال کی پرستش کے خلاف بغاوت ہے شہوت رانیوں اور اللہ کے سوا ہر معبود کے خلاف بغاوت ہے، مصنوعی دین میں کلمہ توحید کو جسمانی شہوتوں ذلت و رسوائی، افلاس و بے چارگی کے سامنے سرنگوں ہو جانا منظور ہے اور حقیقی دین میں کلمہ توحید حق کے علاوہ کے ساتھ اتحاد نہیں کرتا ہے اور مصنوعی دین میں یہ کلمہ ہوا بُرد ہو جاتا ہے جبکہ حقیقی دین میں یہی کلمہ پہاڑوں کو متزلزل کر دیتا ہے۔

مصنوعی دین، چوب کاری (بڑھئی گری) اور پارچہ بافی (کپڑے کی بنائی) کے پیشہ کی طرح ایک پیشہ ہے جس میں دسترس رکھنے والا مشق و ممارست تجربہ اور پریکٹیکل کے ذریعہ مہارت حاصل کرتا ہے جہاں تک دین حقیقی کا تعلق ہے تو وہ روح، قلب اور ایک ایسے عقیدہ کا نام ہے جو عمل تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ وہ ہر جلیل القدر عمل اور ہر شریف صاف و شفاف کام کی رغبت دلاتا ہے اور اس کے لیے بر انگیختہ کرتا ہے، دین حقیقی ایک اکسیر کا نام ہے جو مردے میں سرایت کرتی ہے تو اس کو زندگی عطا کر دیتی ہے اور کمزور میں سرایت کرتی ہے تو اسے طاقت ور بنا دیتی ہے اور دین حقیقی وہ پارس پتھر ہے جسے پیتل، چاندی، سیسہ اور رانگا پر رکھ دو تو سونا ہو جائیں۔

اور دین حق ایک عقیدے کا نام ہے جو حیرت انگیز کام انجام دیتا ہے جس کے سامنے سائنس، تاریخ اور فلسفہ حیرت زدگی کے عالم میں کھڑے رہتے ہیں ان کے اندر تعلیل و تشریح کی مجال نہیں ہوتی ہے اور وہ ایسا زہر سوز مادہ ہے کہ اگر اس میں سے تھوڑا سا پی لو تو زندگی کے تمام زہروں کو اتار دے اور یہی وہ کیمیاوی مادہ ہے کہ دینی شعائر جب اس کے ساتھ ملتے ہیں تو یہ آپ کو بارگاہ رب العزت سے وابستہ کر دیتا ہے اور جب دنیاوی اعمال اس کے ساتھ ملتے ہیں تو کتنی ہی دشوار گزار رکاوٹیں کیوں نہ ہوں سب آسان ہو جاتی ہیں اور آپ کو آپ

کے مقصد سے ہمکنار کردیتی ہے یہی وہ چیز ہے جسے ہر بامراد شخص نے پالیا اور یہی وہ چیز ہے جس کو بے مراد ہونے والے شخص نے کھودیا اور وہ بجلی ہے جب آتی ہے تو پہیہ گردش کرنے لگتا ہے اور کام شروع ہوجاتا ہے اور جب وہ کٹ جاتی ہے تو نہ حرکت رہتی ہے اور نہ ہی کام ہوتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جب تانتوں میں اترتی تیرتی ہے تو ان میں نغمگی پیدا ہوجاتی ہے جب کہ اس کے حلول سے پہلے وہ کچھ دھاگے تھے اور جب یہ آواز میں سرایت کرتی ہے تو اس میں موسوقیت آجاتی ہے اور آوازوں میں حلول سے پہلے وہ ہوا کے سوا کچھ نہ تھی۔

سچا دین اپنے ماننے والے کو یہ باور کراتا ہے کہ وہ اس کے لیے زندہ رہے اور اس کے لیے باغیرت رہے اور مصنوعی دین اپنے متبع کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ اس کے ذریعہ زندگی بتائے اور اس کے ذریعہ تجارت کرے اور دین کی آڑ میں حیلہ جوئی کرے، دین حق اپنے پیرو کار کو ہر قسم کے اقتدار سے بالاتر کردیتا ہے اور ہر سیاست سے فروتر بنادیتا ہے اور بناوٹی دین دین کو نظر انداز کرنے پر اپنے ماننے والے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے تاکہ وہ حکومت و سیاست کی خدمت کرسکے دین حق قلب و جگر اور قوت و سطوت کا نام ہے جب کہ بناوٹی دین نحو و صرف سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں اور یہ ترکیب و اعراب، کلام اور تاویل کا نام ہے، دین حق روح اور خون کے آپسی امتزاج کا سنگم، حق کے لیے غضب ناک ہونے، ظلم سے نفرت کرنے، انصاف کی حصول یابی کی راہ میں جان پر کھیل جانے کا نام ہے اور مصنوعی دین بہت بڑے عمامہ زرق برق قبا اور لمبی لمبی آستینوں والے ڈھیلے ڈھالے جبہ کا نام ہے۔

اور دین حق میں کلمۂ شہادت وہ ارشاد باری تعالی ہے "بے شک اللہ نے مومنین کے جان و مال کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں تو قتل کرتے ہیں اور شہید کیے جاتے ہیں، اور مصنوعی دین میں کلمۂ شہادت جملہ کا اعراب، متن کی تخریج، شرح کی تفسیر، حاشیہ کی علتِ بیانی، قولِ مصنف کی صحت بیانی اور اس پر ہونے والے اعتراض کے جواب کا نام ہے۔

سچا دین وہ اللہ تبارک و تعالی کے ساتھ انسان کے رشتے کو بہتر سے بہتر بناتا ہے اور ایک انسان کے رشتے کو دوسرے انسان کے ساتھ بہتر بناتا ہے تاکہ تمام بنی نوع انسان کے رشتے اللہ تعالی کے ساتھ بہتر سے بہتر ہو جائیں، اور مصنوعی دین تو وہ روزی روٹی کمانے، عزت و جاہ حاصل کرنے یا کسی فائدہ کی تحصیل یا نقصان کے دفاع کے لیے اپنے پجاری کے رشتے کو انسان کے ساتھ بہتر بناتا ہے۔

کہنے والے نے سچ ہی کہا ہے کہ اس دین کے عہد اخیر کی اصلاح اس چیز کے ذریعہ ہوسکتی ہے جس کے ذریعہ اس کا عہد اول صالح اور بھلا رہا۔ تو یقینا اس دین کا آغاز ایک روحانی دین کی شکل میں تھا اور آج اس کا عہد اخیر بناوٹی شکل سا ہوگیا ہے۔

تمام ارباب مذاہب کا گناہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ مذہب کی روحانیت سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں اور اس کی شکل کو محفوظ رکھتے ہیں اور حالات کے دھاروں میں بہ جاتے ہیں اور خیال و تخمینہ کی عکاسی کرتے ہیں تو اس صورت میں روحانیت کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہ جاتی ہے اور ساری قدر و قیمت شکل و صورت کی ہوجاتی ہے۔ دین کا معاملہ عشق سے ملتا جلتا ہے وہ گرمی کو سردی میں تبدیل کردیتا ہے اور گمنامی کو شہرت اور کمینگی کو عزت و فضیلت میں تبدیل کردیتا ہے۔ اور ترجیح نفس اور خود نمائی کو ایثار و قربانی میں بدل دیتا ہے اور حق پر اذعان و ایقان جادو کی چھڑی کی طرح ہے جس چیز کو چھو جائے تو اس کو بھڑکا دیتی ہے اور کسی منجمد اور ٹھوس چیز کو مس ہوجائے تو اس کو پگھلا دیتی ہے اور مُردوں پر پڑ جائے تو ان میں زندگی کی روح پھونک دیتی ہے۔

ہے کوئی جو مجھ سے مصنوعی دین کو اس کے تمام تر متعلقات کے ساتھ لے لے اور دین حق کا ایک ذرہ اس کے بلند معانی کے ساتھ مجھ سے بیچ دے۔

از: محمد گل ریز رضا مصباحی، بریلی شریف یوپی

میرے پاس زخمی جگر ہے تو ہے کوئی جو اس کے بدلے مجھ سے ایسا جگر بیچے جو زخم خوردہ نہ ہو۔

## غلام (از سید قطب)

غلام وہ لوگ نہیں جن کو سماجی حالات اور معاشی کوائف نے اپنے آقاؤں کا غلام بننے پر مجبور کر دیا تو ان کے آقا ان میں سامانوں اور حیوانوں کی طرح تصرف کرتے ہیں بلکہ حقیقت میں غلام وہ لوگ ہیں جن کو معاشرتی حالات اور معاشی احوال غلامی سے آزاد کراتے ہیں پھر بھی وہ راضی برضا غلامی پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

غلام تو وہ لوگ ہیں جن کی ملکیت میں محلات اور جاگیریں ہیں اور ان کے ہاتھوں میں مال کی کافی اور وافر مقدار ہے اور ان کے پاس کاروبار، صناعت اور کاشتکاری کے تمام وسائل ہیں، ان کے مالوں اور خود ان جانوں پر کسی کا اقتدار نہیں اس کے باوجود وہ اپنے آقاؤں کے دروں پر بھیڑ لگائے ہوتے ہیں اور غلام گری اور خدمت گیری پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور وہ اپنے ہاتھوں سے اپنی گردنوں میں غلامی کا پٹہ ڈال رہے ہیں اور اپنے پیروں میں زنجیریں ڈال رہے ہیں اور بڑے فخر و غرور اور ناز و انداز کے ساتھ غلامی کا خاص نشان والا جوڑا زیب تن کر رہے ہیں۔

غلام وہ لوگ ہیں جو سرداروں کے دروازوں پر بھیڑ لگائے ہوتے ہیں جب کہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ آقا اپنے ذلیل غلاموں کو اپنے جوتے کی نوک سے کیسے ٹھوکر مارتا ہے اور ان کو اپنی خدمت سے بغیر تنبیہ اور آگاہی کے دھتکار دیتا ہے کیسے اپنے سروں کو ان کے سامنے رگڑتے ہیں تو آقا ان کی گدیوں پر بڑی ذلت واہانت کے ساتھ تماچے رسید کرتا ہے اور ان کو چھوکٹوں کے باہر پھینک دینے کا حکم دیتا ہے لیکن یہ غلام ہیں کہ ان تمام ذلتوں اور رسوائیوں کو برداشت کرنے کے بعد بھی آقاؤں کے دروازوں پر بھیڑ لگائے رہتے ہیں اور دھتکارے ہوئے خادموں کی جگہ اپنی خدمات پیش کرتے ہیں اور جب جب آقا ان کی تذلیل میں اضافہ کرتا ہے تب تب مکھیوں کی طرح اور زیادہ تعداد میں ٹوٹ پڑتے ہیں۔

غلام وہ لوگ ہیں جو آزادی سے بھاگتے ہیں تو جب کوئی آقا ان کو اپنے دروازے سے دھتکار دیتا ہے تو وہ دوسرا سردار تلاش کر لیتے ہیں کیوں کہ ان کی جانوں میں غلامی کی سخت ضرورت ہے اور ان کے اندر چھٹا یا ساتواں حاسہ ذلت و رسوائی برداشت کرنے کا ہے جس کی سیرابی ضروری ہوا کرتی ہے، تو جب ان کو کوئی آقا اپنی غلامی میں قبول نہیں کرتا ہے تو اس وقت ان کی جانیں غلام بنائے جانے کی پیاس محسوس کرتی ہیں اور آقاؤں کے دولت کدوں پر ان سے برکت حاصل کرنے کے لیے ٹوٹ پڑتے ہیں اور ان کو بس انگلی کے اشارے کی دیری ہے کہ آقا کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جائیں۔

غلام وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو آزاد کر دیا جائے اور غلامی کا طوق ان کی گردنوں سے اتار دیا جائے تو وہ باڑے کے اندر باقی ماندہ غلاموں پر رشک کرنے لگتے ہیں اور ان کو آزادوں اور آزادی یافتوں پر ذرا بھی رشک نہیں آتا کیوں کہ آزادی ان کو گھبراہٹ اور ملول خاطر کرتی ہے اور عزت و سرخروئی ان کو پریشان و مضطرب کرتی ہے اور ان کے بازوؤں کو گراں بار کرتی ہے اس لیے کہ خدمت داری کا پٹکا ان کی کمروں میں فخر و غرور کا وہ علامتی نشان ہے جس پر وہ نازاں و فرحاں ہوتے ہیں اور اس لیے کہ خدمت کے جوڑے میں خدمت گیری کا وہ آب دار موتی جڑا ہوتا ہے جس کے وہ دلدادہ اور اس پر فریفتہ ہوتے ہیں۔

غلام وہ لوگ ہیں جو جلن کو محسوس کرتے ہیں مگر یہ جلن ان کی گردنوں میں نہیں بلکہ ان کی روحوں میں ہے جن کی کھالوں کو چیڑے اور پارچے نہیں جلاتے مگران کی روحوں کوذلت ورسوائی کے کوڑے جلاتے ہیں غلام وہ لوگ ہیں جن کو غلام فروش ان کے کانوں میں پڑے ہوئے چھلے پکڑکر نہیں چلاتے بلکہ وہ خود بغیر غلام فروش کے ہکائے ہوئے بھاگتے جارہے ہیں کیونکہ غلام فروشی ان کے خونوں میں سرایت کرگئی ہے۔

غلام وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں کو غلام فروشوں کے باڑوں میں غلامی کی بیڑیوں میں جکڑا ہوا پاتے ہیں تو جب وہ آزاد ہوجاتے ہیں تو زندگی کے دریا میں سرگرداں ہوجاتے ہیں اور سماج و معاشرہ کی بھیڑ وبھاڑ میں گم ہوجاتے ہیں اور آزادی کی روشنی کا سامنا کرنے سے وہ کتراتے ہیں اور مطیع وفرمابردار ہوکرباڑے کے دروازے پر واپس آجاتے ہیں اور پہرہ داروں سے بڑے ہی التجا بھرے لہجہ میں دروازہ کھولنے کے لیے روتے گڑگڑاتے ہیں۔

غلام ان تمام چیزوں کے ساتھ زمین میں ظلم وجبر اور سرکشی کرنے والے ،آزادوں پر سنگ دل اور سخت ہیں آزادوں سے پر تکلف اطاعت وفرمابرداری کا مظاہرہ کرتے ہیں تاکہ ان کو انھیں عبرت ناک سزا دینے کا موقع ہاتھ آسکے تو آزادوں کو تکلیف پہنچاکر، سزا وعذاب میں گرفتار کرکے ان کو لذت ملتی ہے اور اس میں ان کے دلوں کو تشفی ہوتی ہے جیساکے سزا دینے کے خوگر حد سے بڑھے ہوئے سرکش جلادوں کو مجرموں کو سزا دینے میں تشفی ہوتی ہے۔

بے شک غلاموں کو آزادوں کی آزادی کے اسباب ومحرکات کا ادراک نہیں ہے تو وہ لوگ آزادی کو سرکشی،سربلندی کو علیحدگی اور سر خروئی کو گناہ خیال کرتے ہیں،اور اسی وجہ سے وہ لوگ اپنا بے لگام قلبی بخار سر بلندی حاصل کرنے والے آزادوں پر اتارتے ہیں جو غلامی کے قافلہ میں دوش بدوش ان کے ساتھ نہیں چلتے ہیں۔

بے شک یہ آزادوں کو عذاب دینے کے نئے طریقوں کو ایجاد کرنے اور ان وسائل کو پالینے کے لیے ویسے ہی تیز گامی سے کام لے رہے ہیں جیسے وہ اپنے آقا کی رضا طلبی کے لیے سبقت کرتے ہیں لیکن یہ سرداران کی خدمتوں سے اکتارہے ہیں اور ان کو اپنی خدمت سے دھتکار رہے ہیں کیونکہ آقاؤں کا مزاج ایک ہی کھیل کی تکرار سے اکتا چکا ہے تو اب وہ ان کھلاڑیوں کو بدل رہے ہیں اور ان کی جگہ دروازوں پر کھڑے دوسرے کھلاڑیوں کو موقع دے رہے ہیں۔

ان تمام چیزوں کے باوجود آنے والا وقت آزادوں کا ہے اور آنے والے وقت کی ساری سعادتیں آزادوں کے لیے ہوں گی غلاموں کے لیے نہیں اور نہ ان آقاؤں کے لیے جن کے قدموں پر یہ غلام اپنی پیشانیاں رگڑرہے ہیں، آنے والا وقت آزادوں کا ہوگا اس لیے کہ آزادی کی راہ میں پوری انسانیت کی کوشش رائیگاں نہ جائے گی اور اس لیے کہ غلامی کے وہ باڑے جو منہدم کیے جاچکے ہیں ان کی مرمت بھی نہ ہوگی اور غلامی کی جو بیڑیاں توڑی جاچکی ہیں ان کو از سرِ نو ڈھالا نہ جائے گا۔

غلاموں کی تعداد بلا شبہ زیادہ ہورہی ہے لیکن آزادوں کا تناسب بھی دوگنا ہوتا جارہا ہے اور قبیلے کے قبیلے غلامی کے جتھوں سے متنفر ہوکر آزادی کے قافلے میں شامل ہوتے جارہے ہیں اگر غلام چاہیں تو وہ بھی آزادی کے قافلہ میں شریک ہوسکتے ہیں کیونکہ جلادوں کے دست وبازو میں دوبارہ اتنی قوت نہیں کہ وہ لگام تھام سکیں اور غلامی کی مہار میں اتنی قوت نہیں کہ وہ قافلے کی قیادت کرسکے اور جیساکہ میں نے کہا اگر ویسا نہ ہو کہ غلام یہ وہی لوگ ہیں جو باڑوں کے دروازے کھٹکھٹاتے جارہے ہیں تاکہ غلامی کی مہار خود سے اپنی ناکوں میں ڈال سکیں۔

لیکن یہ آزادوں کے قافلے ہیں جو چلے جارہے ہیں اور راستہ میں ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ اس میں شامل ہوتے جارہے ہیں اور جلاد بلاوجہ ان قافلوں کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے اور ان پر غلاموں کو چھوڑ کر انھیں منتشر کرنے کی کوشش کررہے ہیں اور اب غلاموں کے کوڑوں کا کامیابی سے ہم کنار ہونا بلا وجہ ہے اگرچہ آزادوں کی کھالیں پھٹ چکی ہیں اور آزادوں کے قافلوں کی راہوں کے بندھنوں کے ٹوٹ جانے اور چٹانوں کے اٹھا لیے جانے کے بعد واپس لوٹ آنا بلاوجہ ہے جبکہ اب ان کی راہوں میں کانٹوں کے سوا کچھ بھی باقی نہیں رہ گیا ہے۔

بے شک یہ ایک انقلاب کے بعد ایک دوسرا انقلاب ہے اور گزشتہ تجربات یہ بتاتے ہیں کہ غلامی اور آزادی کے درمیان لڑے جانے والے تمام معارکوں میں فتح و نصرت ہمیشہ آزادی کو ہی حاصل ہوئی ہے، ایسا ہوا ہے کہ آزادی کی گرفت کمزور پڑ گئی ہوگی مگر ضرب کاری اور فیصلہ کن وار ہمیشہ آزادی کے ہی حق میں رہا ہے اور یہی زمین میں اللہ تعالی کا طریقہ رہا ہے اور ایسا اس لیے ہے کیونکہ مستقبل کے گرد آب میں آزادی ہی آخری منزل ہوا کرتی ہے اور جہاں تک غلامی کی بات ہے تو یہ گزرے ہوئے وقت کی پستی میں ایک غیر معمولی شکست ہے۔

بے شک غلامی کے قافلوں کا ہمیشہ سے یہ وتیرہ اور کوشش رہی ہے کہ وہ آزادی کے قافلوں کی راہ میں روڑا اڈالتے رہیں مگر غلامی کا یہ قافلہ جب آزادوں کے قافلہ کو اس وقت شکست وریخت سے دوچار نہ کر سکا جس وقت اس کے عام گروہ اور قافلہ میں صرف اوائل دستے تھے تو کیا آج وہ ان کا کچھ بگاڑ لے گا جب باقی ماندہ غلام بھی اس میں شامل ہو چکے ہیں اور کیا وہ ان کی راہ میں مانع ہوگا جبکہ پوری انسانیت اس میں شریک ہوچکی ہے یہ قافلہ پوری بنی نوع انسان پر مشتمل ہے۔

اس حقیقت کے ثابت ہونے کے ساتھ ساتھ یہاں ایک سچائی اور بھی ہے جو پہلی حقیقت سے ثبوت و تحقق کے حساب سے کچھ بھی کم نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ آزادی کے قافلہ کو کچھ قربانیاں دینی ہی ہوں گی یہ تو ہونا ہی ہے کہ غلام آزادوں کے اس قافلہ کے کچھ کناروں کو ضرور توڑنے کی کوشش کریں گے اور غلاموں کے کوڑے آزادوں کی پیٹھوں پر پڑیں گے اور ازادی کو کچھ تو تکلیف و مضرت برداشت کرنی ہی ہوگی جبکہ غلامی غلام ہوکر ان کو برداشت کر چکی ہے اور قربانیاں پیش کر چکی ہے تو کیا آزادوں کو قربانیاں پیش نہیں کرنی ہوں گی جبکہ وہ آزادی ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے اور وہ بھی حقیقت ہے اور انجام کار معلوم و مشہور ہے اور مقصد واضح ہے اور راستہ کھلا ہوا ہے اور تجربات کی بہتات ہے تو اب ہمیں کرنا یہ چاہیے کہ غلامی کے قافلہ کو خیر آباد کہ دیں اور غلاموں کو ان کی حالت پر چھوڑ دیں جن کی کمروں میں پٹکے اور ان کے سینے کو چمکتا ہو آبدار موتی زینت بخش رہا ہے اور آزادوں کے قافلے کی طرف ذرا جھانک کر دیکھیں جن میں ہم ایسے آزاد پائیں گے جن کے سروں کو قربانی کی نشانیاں جلا بخش رہی ہیں اور جن کے سینوں کو عزت و شرافت کے اعزازی تمغوں نے مزین کر رکھا ہے اور کانٹوں سے اٹے ہوئے راستہ میں قافلہ کے مٹے ہوئے نقوش پا کی راہ روی کریں اور ہمیں انجام کار کا پورا پورا الیقین ہو اور انجام کار تو صبر کرنے والوں کے حق میں ہوتا ہے۔

## اسلام باقوت دین ہے

(از احمد حسن زیات)

بلا شبہ اسلام با قوت دین ہے اسلام کا قانون ساز قہار و جبار قوت و سطوت کا مالک پرور دگار ہے اور اس کے مبلغ اعظم محمد رسول اللہ ﷺ جو نہایت صابر و شاکر عزت و غلبہ والے امانت دار ہیں اور اس کی بنیادی کتاب وہ قرآن عظیم ہے جس نے پوری انسانیت کو چیلنج کیا اور اس کے جواب سے عاجز کر دیا اور اسلام کی زبان وہ عربی زبان ہے جس نے تمام زبانوں کو عاجز و ساکت کر دیا اور غالب ہوئی، اور اس کے سپہ سالار وہ خالدی حضرات ہیں جنھوں نے اپنی تلواروں کے سامنے قیصر و کسریٰ کی گردنیں جھکا دیں اور اس کے خلفا وہ انصاف ور لوگ ہیں جنھوں نے مشرق سے لیکر مغرب کے کناروں تک اپنی حکمرانی چلائی تو جو شخص بھی با قوت، طاقت، مضبوط دل، مستحکم ارادہ اور ساز و سامان کے ساتھ تیار ہو تو وہ بغیر اسلام کے مسلمان ہو گا اور بغیر عربیت کے عربی ہو گا۔

مذہب اسلام سر میں قوت، زبان میں قوت، ہاتھ میں طاقت، اور روح میں طاقت کا نام ہے اسلام سر میں قوت ہے اس لئے کہ وہ ذہن و فکر پر حجت و برہان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو فرض قرار دیتا ہے اور دلیل کے ذریعہ راہ خداوندی کی تصحیح اور رائے کے ذریعہ نص کی توسیع اور غور و فکر سے ایمان میں گہرائی اور گیرائی کو ضروری قرار دیتا ہے۔

اور اسلام زبان میں قوت ہے کیوں کہ فصاحت و بلاغت اس کا معجزہ اس کا وسیلہ و ذریعہ ہے اور بلاغت فکری قوت، جذبہ کی قوت اور قوت تعبیر کا نام ہے۔

اور اسلام ہاتھ میں قوت ہے اس لئے کہ اسلام کی وحی کرنے والی حکمت و دانائی، علیم و خبیر والی وہ ذات ہے جس کو اچھی طرح معلوم ہے کہ عقل اپنے غلبہ، سطوت اور زبان اپنے بیان و وضاحت کے باوجود حق و سچائی سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکتی جبکہ احساس و شعور پر تاریکی چھائی ہو اور نفس امارہ بالسوء کا بول بالا ہو اور قوت و بصیرت مفقود اور پس پردہ ہو چنانچہ اسلام نے قوت عقل کو کلمۂ حق کا دفاع کرنے والا اور سچائی کی طرف دعوت دینے اور اپنے فیصلے کو عملی جامہ پہنانے اور اپنے خدا کی راہ کی تائید کرنے والا بناکر مسلمانوں پر اپنے دین اور خدا کی راہ میں جہاد کو فرض قرار دے دیا اور اپنے دشمنوں اور خدا کے دشمن کو خوف زدہ کرنے کے لیے ساز و سامان اور سواریاں تیار کرنے کو ان کے لئے ضروری قرار دے دیا اور مسلمانوں کو اس کا پابند عہد بنایا کہ وہ ظلم کرنے والوں کا مقابلہ اسی نوعیت کے ساتھ کریں، لیکن وہ قوت اسلام جس کا مسلمانوں کو حکم دیتا ہے وہ حکمت و دانائی، رحمت، رقت قلبی اور عدل و انصاف کی قوت ہے نا کہ جہالت، بد خلقی، سختی، سنگ دلی، اور ظلم و جفا کی قوت کا نام ہے تو اس طرح یہ دوہری قوت ہے یہ ایک ایسی قوت ہے جس میں دو قوتیں ہیں ایک قوت تو ظلم و زیادتی، سرکشی اور حد سے آگے بڑھنے کا مقابلہ کرتی ہے اور دوسری قوت خود غرض اور خود پسند لوگوں میں نفس کی سرکشی سے بر سر پیکار ہوتی ہے۔

اور اسلام ان تمام باتوں کے بعد روحانی طاقت کا نام ہے اس لیے کہ اسلام روزہ، نماز، اعتکاف و ریاضت، مجاہدہ اور غور و فکر کے ذریعے روحانی جوہر کو خالص بنا دیتا ہے اور اس میں مزید نکھار پیدا کرتا ہے۔

اور جب آپ اسلامی عقائد کے مقاصد کو صحیح فکر اور حکیمانہ طرز پر پیش کریں گے تو آپ ان کو قوت و سطوت کی طرف گامزن اور ذرائع قوت کی طرف متوجہ پاؤ گے، چنانچہ آپ نماز کو وضو اور طہارت کے ذریعے جسمانی پاکیزگی، اذکار و اوراد کے ذریعے روحانی پاکیزگی و نشست و برخاست کر ذریعے بدنی ورزش پاؤ گے اور زکوۃ کو صدقہ کے ذریعہ کمزور کو تقویت بخشنے، پاکیزگی اور طہارت کے ذریعہ مال کو مزید بڑھا دینے اور تعاون باہم کے ذریعہ سماج و معاشرے کی جڑوں کو مضبوط کرنے کا نام ہے اور حج باہم شناسائی اور اتحاد و اتفاق کے ذریعہ اجتماعی قوت کا نام ہے اور باہم مشاورت اور معاہدہ کے ذریعہ سیاسی قوت کا نام ہے اور خرید و فروخت اور شاپنگ کے ذریعہ معاشی قوت کا

نام ہے یقیناً سب سے زیادہ باقوت چیز جس سے اجتماعی قوت منظم ہوتی ہے اور جس سے برگشتہ حالت کی شیزارہ بندی ہوتی ہے وہ اتفاق و اتحاد اور ہمہ جہتی اور یکسانیت ہے اور اتحاد و اجتماعیت اسلامی دعوت کے لیے صدر گیٹ کی حیثیت رکھتے ہیں تو اتحاد وہ بنیاد ہے جو اس دعوت کی حامل ہے اور اجتماعیت اسی بنیاد پر قائم شدہ محل ہے اور اتحاد کا بنیاد ہونا اس معنی کر ہے کہ اتحاد ہی اللہ کے ساتھ غیر اللہ کو شریک کرنے سے باز آکر اس کی وحدانیت کا اقرار ہے اور انتشار و افتراق کے بعد اہل عرب کا ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونا ہے اور انتشار رائے کے بعد رائے کا ہم آہنگ ہونا ہے اور لسانی افراتفری کے بعد اس کا ایک ہونا ہے اور قبلہ کے پیہم بدلے جانے کے بعد اس کا متحد ہونا ہے اور رہا اجتماعیت کا محل ہونا تو وہ اس طرح ہے کہ اجتماعیت وہ ان دلوں کی یگانگت ہے جن کے دلوں میں اللہ تعالی نے الفت و محبت ڈال دی ہے اور ان قبائل کا اتحاد ہے جن کی شان کو اللہ کے رسول ﷺ نے دوبالا کر دیا پھر اسلام کی سیادت و قیادت اتحاد کی محافظت اور اجتماعیت کی نگہداشت کی رغبت و حرص کے ذریعہ پائداری پر قائم ہوتی ہے تو جو شخص بھی عقیدۂ توحید اور اتحاد امت کا مخالف ہوتا اس کی جان مار دی جاتی اور جو جماعت مسلمانوں کی اجتماعیت کے خلاف خروج کرتی اس سے جنگ کی جاتی۔

نماز کا معاملہ اور عظیم الشان ہو جاتا ہے اور اس کا اجر دوگنا ہو جاتا ہے جب اسے باجماعت ادا کیا جائے اور یہ جماعت دن بھر میں پانچ مرتبہ ہوتی ہے اور ہر ہفتہ جمعہ میں یہ جماعت اور بڑھ جاتی ہے اور ہر سال عیدین میں تو یہ اور زیادہ عظیم الشان ہو جاتی ہے پھر سال بھر میں کم از کم حج کے موقع سے زبردست بھیڑ اور ازدحام ہو جاتا ہے ہر زمانے میں اس پر اللہ کے رسول ﷺ حضرت ابوبکر کا اسلام اور حضرت عمر کا اسلام رہا، اور اسی پر حضرت خالد بن ولید کی عربیت اور حضرت سعد بن وقاص اور حضرت عمر کی عربیت رہی اور اس وقت اہل عرب اور مسلمان مصحف شریف کو حق اور تلوار کو باطل کے واسطے اٹھائے ہوتے تھے اور مسلمانوں کے خلفا جہاں نماز میں امامت کے فرائض انجام دیتے وہیں وہ میدان جنگ میں لشکر کی قیادت کرتے تھے اسی کا نتیجہ تھا کہ ان کو وہ قوت و سطوت حاصل ہوئی کہ ہارون رشید کے ایک خط نے وہ کارنامہ انجام دیا جس کو پورا لشکر مل کر انجام دیتا ہے اور غیرت و حمیت اور انسان نوازی کے ایسے اعلی درجے پر فائز ہو گئے کہ معتصم باللہ نے صرف ایک عورت کو پنجۂ استبداد سے چھڑانے کے لیے پورا لشکر روانہ کر دیا، تو جب اتحاد کا شیرازہ منتشر ہوا اور اجتماعیت پارہ پارہ ہو گئی اور مسلمانوں کی تلواریں لکڑیوں کی تلواریں ہو گئیں جن کو خطبا منبروں پر لے کر کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے مصاحف تعویزات میں تبدیل ہو گئے جن کو شکایت زدہ افراد اپنے سینوں میں لٹکائے پھرتے ہیں اور ان کی حکومت ہر غالب کی دست نگر اور ان کا سرمایہ غصب کرنے والے کے واسطے مال منہوب ہو گیا اور بے چارگی، بے حمایتی اور ناکامی و نامرادی کے ایسے مقام تک پہنچ گئے کہ گزشتہ کل نصاری نے ان کو ان کے علاقوں سے بے دخل کر دیا تو انھوں نے کسی رشید کو نہ پایا، اور آج اہل فلسطین کو یہود ان کے دیار سے بھگا رہے ہیں تو انھیں کوئی معتصم نہیں مل رہا ہے۔

## ایک خاندان (از شیخ علی طنطاوی)

آپ کو پتہ ہے ایک خاندان کے لوگ کیا کرتے ہیں؟ سب ایک گھر میں ساتھ ساتھ رہتے ہیں، ایک دسترخوان پر کھانا کھاتے ہیں، ساتھ ساتھ صبح و شام کرتے ہیں، آپس میں ایک دوسرے سے محبت و الفت کا اظہار کرتے ہیں، وہ بیمار کے سامنے مشفقانہ طرز تکلم اختیا کرتے ہیں اور اپنے سے دور رہنے والے کی خبر گیری کرتے ہیں اور حوادث زمانہ اور مصائب و آلام کا کندھے سے کندھا ملا کر مقابلہ کرتے ہیں۔

کیا یہ ایک خاندان کی خصوصیات نہیں ہیں، جب تو ہم ایک خاندان ہیں، میں نے جو کچھ کہا وہ خود میرے ساتھ پیش آیا جبکہ میں کانفرنس میں شرکت کے لیے گیا ہوا تھا، کانفرنس میں ہمارے ساتھ مراکش کا رہنے والا تھا جو اپنے نرم و نازک غیر واضح لہجہ میں گفتگو کر رہا تھا اور جزائر کا رہنے والا اپنی سخت مضبوط اور ٹھوس زبان میں گفتگو کر رہا تھا، اور تیونس کا رہنے والا اپنے درمیانی موسوقیت بھرے لب و لہجہ میں گفتگو کر رہا تھا جس میں فاس کی نزاکت اور تلمسان کی شدت تھی، اور مصری اپنے شیریں اور میٹھے لب و لہجہ میں گفتگو کر رہا تھا اور عراق کا رہنے والا اپنے مردانہ اور بھاری بھرکم باقوت لب و لہجہ میں گفتگو کر رہا تھا اور اس کانفرنس میں شامی، لبنانی، اردنی، فلسطینی، اور کچھ برادران ایران، کردستان، افغانستان، پاکستان، انڈونیشیا اور قفقاس سے تعلق رکھتے تھے، مجھے اچھی طرح یاد نہیں مگر تقریباً ستر افراد اس کانفرنس میں تھے جن کی ملاقاتیں اس سے پہلے نہیں ہوئیں اور نہ انھوں نے ایک دوسرے کا نام سنا تھا، ان میں سے ہر ایک کا لباس دوسرے کے لباس اور ہر ایک کی زبان دوسرے کی زبان اور ہر ایک کے خدو خال اور مشابہت ایک دوسرے سے الگ تھی، اگر آپ بہت سے متفرق اور ظاہر کے اعتبار سے ایک دوسرے سے الگ تھلگ افراد کو جمع کرنا چاہو تو ان جمع شدہ افراد سے زیادہ قابل تعجب مجمع نہیں لگا سکتے۔

مگر یہ تمام افراد بظاہر ان ظاہری اختلافات کے ایک ہوٹل میں ٹھہرے اور ایک دسترخان پر کھایا اور نماز کے لئے ایک ہی صف میں ایک امام کے پیچھے کھڑے ہوئے ایک صاحب بیمار پڑے (اور میں بھی بیمار ہونے والوں میں سے تھا) تو ان پر سب نے مہربانی اور شفقت کا برتاؤ کیا اور ایک صاحب کا انتقال ہوا تو ان پر تمام حضرات کو غم ہوا اور اول فرصت میں ان میں سے ہر فرد کو احساس ہو گیا کہ وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ ہے اور ایک لمبے زمانے سے وہ ان کو اور وہ اس کو جانتے پہچانتے ہیں اور وہ ان سے، اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں تو یہ معجزہ نما باتیں کیوں کر معرض وجود میں آئیں۔

تو ایک ہی ہوٹل میں وہ تمام اسلامی ممالک کیسے سمٹ آئے جن سے ایک ایسے خاندان کی شکل وصورت تیار ہوئی جس کی تمنا تمام خاندان کیا کرتے ہیں تو وہ خاندان جس کے درمیان حسب ونسب اور خون کا رشتہ ہوتا ہے ان کی تمنا یہ ہوتی ہے کہ کاش ان کے لئے اس خاندان کی آپسی محبت کے کچھ پہلو اور ایک کی دوسرے کے لئے جزبۂ الفت کی کچھ چھینٹیں اور وسائل محبت انہیں بھی نصیب ہو جاتے۔

ایک ہی آن میں زبان کی سرحدیں، لباسوں اور افکار وخیالات کی ساری دیواریں کیسے منہدم ہو گئیں، ایسا لگتا تھا جیسے ان میں نہ کوئی عربی ہے نہ کوئی فارسی، ترکی، نہ کردی، مراکشی، نہ سرخ اور نہ گندم گوں اور نہ کوئی قریب اور نہ ہی دور کا۔ ایک ہی دن میں دینی وحدت کی تمام رکاوٹیں اور اخوت فی سبیل اللہ کی طرف پابندیوں کی دیواریں کیسے زمیں بوس ہو گئیں جن کو کھڑی کرنے میں دشمنان اسلام نے لمبی صدیوں تک تگ ودو کی۔

یہی تو اسلام کا اصل فلسفہ ہے تو بنیاد پرستوں سے کہہ دو کہ تم اپنے غصہ میں جلو بھنوں بے شک آنے والا وقت ہمارا ہے یقیناً تم نے قلعہ کی تعمیر کرلی ہے مگر تمھارا تعمیر کردہ قلعہ برف کا ہے جب اس پر خورشید اسلام کی شعاعیں پڑیں گی تو وہ کیچڑ بن جائے گا جس کو لوگوں کے پیر پامال کریں گے۔

# الف لیلہ کا دور گزر چکا (از ابوالحسن علی ندوی)

الف لیلہ نامی کتاب اس دور کی منظر نگاری کرتی ہے جب زندگی ایک شخص کے ارد گرد گردش کرتی تھی اور وہ شخصِ واحد خلیفہ یا بادشاہ ہوا کرتا تھا یا مٹھی بھر لوگوں کے ارد گرد گردش کرتی رہتی تھی وہ گروہ وزرا یا شہزادے ہوا کرتے تھے اور پورا ملک اس ایک نیک بخت شخص کی ذاتی ملکیت ہوا کرتا تھا اور پوری قوم مملوکوں اور غلاموں کی فوج ہوا کرتی تھی وہ ان کے اموال، جائیداد، جانوں اور ان کی عزتوں کا تنہا مالک ہوا کرتا تھا اور پوری قوم جس پر اس کی حکومت ہوا کرتی تھی وہ اس کی شخصیت کا سایا تھی اور ان کی زندگی اس کی زندگی کا سراپا ہوا کرتی تھی۔

اور زندگی اس شخص کے ارد گرد اپنی تاریخ، علوم، طور و طریقے، شعر و ادب اور اپنی تخلیقات کے ساتھ گردش کرتی رہتی تھی، تو جب کوئی شخص اس دور کی تاریخ کا سرسری جائزہ لیتا ہے یا اس زمانے کے ادب کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کو یہ شخصیت پوری قوم یا معاشرہ پر غالب نظر آتی ہے جیسے کوئی بلند و بالا درخت گھاس پھوس اور چھوٹے چھوٹے درختوں پر تسلط جمائے ہوئے ہو جو خود اس کے سائے میں اگے اور وہ ان تک سورج کی کرنیں شعاعیں اور ہوائیں پہنچنے سے مانع ہو اور پوری قوم صرف اسی ایک فرد کی شخصیت میں سرگرداں نظر آتی ہے اور اس میں پگھل جاتی ہے اور دبلی پتلی ہو جاتی ہے اور اس کی نا تو اپنی شخصیت ہوتی ہے اور نہ کوئی عزم و ارادہ اور نہ آزادی اور نہ عزت و شرافت ہوتی ہے۔

اور یہ وہی فرد ہوا کرتا تھا جس کے لئے زندگی کا پہیہ گردش کرتا تھا چنانچہ اسی کے لئے کسان تھکتا، تاجر مشغول ہوتا، صنعت کار کوشش کرتا، مؤلف کتاب لکھتا، شاعر کلام منظوم اور شعر و شاعری کرتا، مائیں اپنے بچوں کو اس کے لئے جنتیں اور اسی کی راہ میں لوگ اپنے سفر حیات کو طے کرتے لشکر لڑتے بلکہ سچائی یہ ہے کہ اسی کے لیے زمین اپنے خزانوں کو اگلتی، سمندر اپنی نعمتوں کو باہر نکالتا اور زمین کے خزانے اور اس کی نعمتیں اسی کے لیے نکالی جاتیں۔

اور قوم جبکہ ان تمام خوش حالیوں اور فارغ البالی میں پیداوار کی مالک ہوا کرتی تھی اور اسی کے سر فضل و اعزاز کا سہرا ہوا کرتا تھا پھر بھی وہ محتاجوں، غلاموں اور مملوکوں کی زندگی گزارتی تھی، اور شاہی دسترخوان کے ٹکڑوں پر گزر بسر اس کے لیے قابل افتخار تھا، اور اس کے حاشیہ برداروں کے فضلات کو پاکر وہ شکر گزار ہوتی اور قوم کو بسا اوقات اس سے بھی محروم ہونا پڑتا تھا تو وہ صبر کرتی اور کبھی اس کے لئے انسانیت کا خون بہتا تو اس پر بھی قوم کو کچھ برا نہیں لگتا بلکہ وہ قرب حاصل کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاتے اور اس فرصت کو غنیمت جانتے۔

یہی وہ زمانہ ہے جو مشرق میں عرصۂ دراز تک پھلا پھولا تو قوم اور اس کے دلوں میں ناکامیوں اور نامرادیوں کے اثرات چھوڑ گیا اور اس کے طور و طریقے اس کی شعر و شاعری اس کے اخلاق و آداب نے سماج و معاشرہ پر یہ اثرات مرتب کیے اور اس دور نے عربیین لائبریری میں انمٹ نشانیاں چھوڑ دیں تو انھیں منھ بولتے نشانات میں سے کتاب الف لیلہ بھی ہے جو اس دور کی پورے طور سے منظر کشی کرتی ہے جب خلیفہ بغداد میں ہوا کرتا تھا یا بادشاہ دمشق میں ہوتا یا قاہرہ میں وہی سب کچھ ہوا کرتا تھا تو وہی روایت زندگی کا ہیرو اور دائرہ کار کا محور و مرکز ہوا کرتا تھا۔

یہ وہ عہد ہے جس کی منظر نگاری الف لیلہ نامی یہ کتاب اپنی سطروں اور کہانیوں میں کرتی ہے اور کتاب الأغانی اپنے تاریخ و ادب میں جس عہد کی منظر کشی کرتی ہے وہ اسلامی عہد نہیں تھا اور نہ ہی فطرت اور معقولیت کا دور تھا تو اسلام اس کو پسند نہیں کرتا اور نہ ہی عقل اس کو تسلیم کرتی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام اس دور کا خاتمہ کرنے اور اس کی زندگی کا

فیصلہ کرنے کے لئے آیا تھا چنانچہ یہ وہی زمانہ تھا جس زمانہ میں اللہ کے رسول ﷺ کی بعثت ہوئی تو اللہ کے رسول ﷺ نے اس زمانہ کو جاہلیت کا نام دیا اور اللہ کے رسول ﷺ نے اس زمانہ کے مروجہ دستور کی کھل کر مذمت فرمائی اور اس دور کے شہنشاہوں، قیصر و کسریٰ کی ترجیح نفس اور ان کی عیش و عشرت کا بڑی شدت کے ساتھ رد کیا۔

حقیقتًا یہ عہد کسی بھی جگہ اور کسی بھی وقت میں رہنے کے لائق نہیں اور اس عہد سے رسم و راہ قوم کو اسی وقت ہوگی جب وہ مغلوب اور اس کے عقل کے اندر فطور آجائے یا عقل و ہوش کھو دے یا نفسانی یا روحانی طور پر مردہ ہو جائے۔

بے شک یہ ایسی صورت حال ہے عقل جسے تسلیم نہیں کرتی اور کون ایسا شخص ہے جو یہ جائز سمجھے کہ ایک شخص یا مٹھی بھر افراد انواع و اقسام کے کھانوں کو بدہضمی کے حد تک کھا لیں اور ہزاروں لوگ بھوکے پیاسے مر جائیں اور کون شخص ہے جو یہ جائز رکھے کہ بادشاہ اور شہزادے دولت و ثروت کے ساتھ پاگلوں کی طرح کھیلیں اور لوگوں کو پیٹ بھر کھانا اور سطر پوشی بھر لباس نہ مل سکے اور کون شخص ہے جو یہ جائز رکھے کہ ایک طبقہ کا طریقۂ کار کثرت میں رہتے ہوئے پیدا وار کرنا ،عہد زندگی میں محنت و مشقت کرنا، اور لا متناہی تھکا دینے والا کام کرنا ہو اور دوسرے مٹھی بھر افراد پر مشتمل طبقے کا طریقۂ کار طبقۂ اولیٰ کی جانفشانیوں کے نتیجہ میں حاصل شدہ منافع سے بغیر شکریہ اور خراج تحسین اور غیر معقول اور بغیر ہوش و بیداری کے لطف اندوز ہوتا ہو اور کون ہے جو یہ جائز رکھے گا کہ ارباب صنعت اوراہل خرد و عقل اور اصحاب جد و جہد اور باصلاحیت افراد اور نیکو کار اشخاص حیرانی و پریشانی کے عالم میں زندگی گزاریں اور وہ لوگ عیش و تنعم میں رہیں جنھیں فضول خرچی کے علاوہ کوئی اچھا کام نہیں آتا اور فسق و فجور اور شراب خوری کے علاوہ کسی دوسرے پیشے کو وہ جانتے تک نہیں اور کون شخص اس کو جائز رکھے گا کہ باصلاحیت افراد اور ارباب کمال کے ساتھ زیادتی کی جائے اور امانت دار لوگوں کو حراساں کیا جائے اور انہیں اچھوتوں کی طرح دور رکھا جائے اور بادشاہ کے ارد گرد یا امیر کے آس پاس کمینوں اور کم عقلوں اور بے ضمیر لوگوں کی ایک ایسی فوج کا ٹولہ جمع ہو جائے جسے اموال زبردستی چھین لینے خواہشات کو راضی کرنے کے علاوہ کچھ نہ آتا ہو اور چاپلوسی اور مدح سرائی میں مبالغہ آرائی اور بے گناہو ں کے خلاف سازش رچنے سے زیادہ اچھا کوئی فن انہیں آتا ہی نہ ہو اور بے حیائی فقدان شعور کے علاوہ کسی وصف سے وہ متّصف ہی نہ ہو۔

بے شک یہ ایک غیر معمولی صورت حال ہے جسے سال و سال باقی رہنا تو بہت دور کی بات ہے ایک دن رہنے کی بھی اجازت نہیں گزشتہ عہد میں ایک عرصۂ دراز اور تاریخی ادوار میں جو اس کو بالا دستی حاصل رہی وہ قوم کی غفلت یا اس کی مجبوری کی بنیاد پر تھی یا اسلام کے کمزور رہنے اور جاہلیت کے باقوت ہونے کی وجہ سے تھی لیکن نور اسلام کے چمکتے اور احساس و شعور کے بیدار ہوتے ہی قوم کا اپنااور اپنے افراد کا محاسبہ کرتے ہی اس دور کو منہدم اور زمیں بوس کر دیا جانا ہی قرینۂ قیاس ہے۔

تو وہ حضرات جو عہدالف لیلہ میں زندگی گزار رہے تھے وہ آج عالم خواب میں ہی جی رہے ہیں اور ان کی زندگیاں ایک ایسے گھر میں بیت رہی ہیں جو مکڑی کے گھر سے بھی زیادہ کمزور ہے بلا شبہ وہ ایسے گھر میں زندگی گزار رہے ہیں جو خطرات سے اٹا پڑا ہے اور انہیں خود نہیں پتا کہ وہ گھر ان کے اوپر کب گر پڑے اور انہیں نہیں پتا کہ پھاوڑے کب اس پر

چلنے لگیں اور اگر وہ لوگ اس سے بچ بھی جائیں جب بھی ان کو نہیں پتا کہ گھر کی چھت کب ان پر آ گرے کیوں کہ وہ چھت نہ ہی کسی مضبوط بنیاد پر ہے اور نہ ہی اس کے ستون پختہ ہیں۔

تو سن لو الف لیلہ کا دور گزر چکا ہے تو یہ قومیں اپنے آپ کو دھوکا نہ دیں اور اپنے آپ کو ایسے چکے سے باندھ نہ رکھیں جو ٹوٹ کر پاش پاش ہو چکا ہے بے شک انفرادیت اور شخصی تصور ایک چراغ ہے (اگر یہ تعبیر درست ہو)جس کا کھیل ختم ہو چکا ہے بتی جل چکی ہے تو وہ چراغ آندھی نہ چلے تب بھی بہت جلد ہی بجھنے والا ہے ۔

بے شک اسلام میں کسی قسم کی خود غرضی کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے اسی طرح نہ اس میں اس شخصی خود غرضی اور نہ ہی خاندانی خود غرضی کے لیے کوئی جگہ ہے جس کو ہم مشرقی قوموں اور اسلامی علاقو ں میں دیکھ رہے ہیں اور اسلام میں ان جماعتی اثرو رسوخ کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے جس کو ہم یورپ امریکا یا روس میں دیکھ رہے ہیں تو یورپ میں یہ خود غرضی پارٹیوں میں سے کسی پارٹی کے اثرو رسوخ کی شکل میں ہے اورامریکا میں یہ خود غرضی سرمایہ داروں کے اثر ورسوخ کی شکل میں ہے اور روس میں یہ خود غرضی اس اقلیت کے اثر ورسوخ کی شکل میں ہے جو انتہا پسند کمیوزم پر ایمان و اذعان کیے ہوئے ہے اور اس اقلیت نے اکثریت پر اپنا تسلط قائم کر لیا ہے اور یہ اقلیت مزدوروں اور قیدیوں کے ساتھ عجیب و غریب سنگ دلی اور سختی اور وحشیانہ سلوک کرتی ہے ہو سکتا ہے بے گار لینے والے ظالموں کی تاریخ میں بھی اس کی مثال نہ ملے۔

بے شک خود غرضی اور نفس پسندی اپنے تمام تر اقسام کے ساتھ عن قریب دنیا سے ختم ہو جائے گی اور انسانیت اس کے خلاف ہلا بول دے گی اور اس سے زبردست انتقام لے گی اور یہ بات بالکل سچ ہے کہ آنے والا وقت پوری دنیا میں نرم لچک دار منصفانہ اور میانہ اسلام کا ہوگا اگرچہ ان خود غرضیوں کا عہد دراز ہو جائے اور وہ بے لگام ہو جائے اور اپنی بے راہ روی اور سرکشی میں وہ کسی زمانے میں اپنی انتہا کو پہنچ جائے

بے شک خود غرضی خواہ شخصی ہو یا خاندانی جماعتی ہو یا فطری وہ قوم کی زندگی میں غیر فطری ہی ہوا کرتی ہےاور قوم اول فرصت میں اس سے چھٹکارا پالیتی ہے بے شک اسلام میں خود غرضی کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے اور باشعور بالغ النظر معاشرہ میں اس کا کوئی مقام نہیں اور اس کے بقا کی کوئی امید نہیں ہے ۔

تو مسلمانوں اہل عرب سربراہان حکومت اور ارباب حل و عقد کے لیے یہ بہتر ہوتا کہ وہ اپنے آپ کو خود غرضیوں سے نجات دلا لیتے اور وہ اپنے رشتے اس سے منقطع کر لیتے اس سے پہلے کہ غرقاب ہو تو یہ خودبھی اسی کے ساتھ ڈوب جائیں ۔

صاحبو ! خود غرضی اور نفس پسندی نے نہ صرف مشرق سے کوچ کا سگنل دے دیا ہے اور اس کے آفاق کے ستارے ایک ایک کرکے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے ہیں اور یہ تو زیدو عمرو کا مسئلہ نہیں ہے یہ تو ایک گزرتے عہد کا مسئلہ ہے اور یہ بجھتا ہوا ایک خیال ہے اور بند ہوتا ایک کارخانہ ہے تو وہ لوگ جو اس کے سہارے جی رہے ہیں وہ ہوشیار ہو جائیں کہ کہیں وہ بھی اس کے ساتھ ایک انجام کو نہ پہنچ جائیں۔

## مجدد الفِ ثانی حضرت شیخ سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (از استاذ مسعود ندوی)

جب اس ملک میں معاملہ اسلام کی غربت و اجنبیت مسلمانوں کو پریشان کرنے اور ان پر عرصۂ حیات تنگ کرنے اور ان کے ساتھ ظلم و زیادتی کرنے کی حد تک پہنچ گیا اور ان کے درمیان دین پر قائم رہنا ہاتھ میں انگارہ لینے کے مثل ہوگیا تو سرکش بادشاہ اور اس کے اعوان و انصار کے مقابلے میں وہ شخصیت کھڑی ہوئی اللہ تعالی نے جس کو اس کے لیے منتخب فرمایا تھا کہ وہ سب سے بہترین جہاد کا علم بلند فرمائیں اور حق کا بول بالاکریں اور ان سرکشوں کی سرکوبی کریں اور ان کی بدعتوں اور شرارتوں کا پورے طور سے خاتمہ کریں تو امام مجاہد فی سبیل اللہ عالم ،متقی شیخ احمد بن عبد الاحد فاروقی سرہندی ملقب مجدد الف ثانی پوری لیاقت اور صلاحیت کے ساتھ اس فتنہ کا مقابلہ کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور اکبری فتنہ کا مقابلہ کرنے کے لیے کرنے کے لیےوہ پوری طرح تیار ہو گئے اور اعداے اسلام کی ریشہ دوانیوں کامنھ توڑ جواب دیا اور راہِ حق سے بھٹکے ہوئے لوگوں کی اصلاح کے لیے کمر کس لی اور اس راہ میں آپ نے پورے طور سے کامیاب اور بہترین جہاد کیا یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آپ کی مساعی جمیلہ کے نتیجے میں آپ کو کامیابی سے ہم کنار فرمایا،اور پرور دگار عالم نے اس دیار میں مذہب اسلام کو اس کا رفتہ عہد زریں واپس فرما دیا اس طرح پھر اسلام کا بول بالا ہو گیا اور مسلمان اپنے ایمان و عقائد کے حوالے سے امن وسکون میں ہو گئے۔

حضرت مجدد الف ثانی کی نشو نما دسویں صدی ہجری کے ربع اخیر میں ہوئی جب کہ بادشاہ اکبر نے اپنی خبیث تعلیمات اور باطل آرا اور ان کے لیے پروپیگنڈہ کرنا شروع کیا،آپ نے اول فرصت میں اس کے مقصد کو بھانپ لیا اور آپ بہت قریب سے احوال پر نظر رکھنے لگےاور اس عظیم فتنہ کا مقابلہ کرنے اور اس کے باطل خیالات سے جنگ کرنے کے لیے سازو سامان تیار کر لیا چنانچہ آپ نے تمام طبقات انسانی کے درمیان وسیع پیمانے پر دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا اور اس کے لیے اپنے مریدین و متوسلین کو ملک کے طول و عرض میں پھیلا دیا اور فوج کے جرنیلوں اور حکومتی دفاتر کے ان سربراہوں کی طرف ان کو نوم غفلت سے جگانے کے لیے اور اکبری فتنہ کی مصیبت دین حق کی آزمائش میں پڑنے اور مسلمانوں کے لیے وبال جان بننے والے فتنہ سے محتاط رہنے کے لیے خطوط لکھے جن کے اندر آپ نے سوجھ بوجھ محسوس کی،اور آپ برابر اس سلسلے میں کوشش اور دعوت حق کی نشرو اشاعت ،بدعات ومنکرات کا قلعہ قمع کرنے لیے کوشاں رہے یہاں تک کہ آپ کی مساعیٔ جمیلہ رنگ لائیں اور آپ کی دعوت کامیاب ہوئی اور آپ کی کوششیں کامیابی سے ہم کنار ہوئیں تو اس سے مسلمانوں کو بڑی مسرت حاصل ہوئی اور ایک مرتبہ پھر سر زمین ہندمیں اسلام کا بول بالا ہو گیا اور اس کی آب و تاب عود کر آئی ،مگر اتنا ضرور ہے کہ آپ کے مشن کے نتائج شہنشاہ اکبر کے اس دنیا سے فوت ہو جانے کے بعد ظاہر ہوئے جبکہ یہ فتنہ بادشاہ اکبر کے بیٹے بادشاہ جہاں گیر کے عہد(از ۱۰۱۴ تا ۱۰۳۷ )میں اپنی پورے شباب پر تھااور عہد جہاں گیری میں مسلمانوں اور داعیان اسلام کے ساتھ عہد اکبری ساظلم کیا جاتا تھا یہاں تک کہ اس بد معاش آوارہ بادشاہ جہاں گیر نے قلب ہند میں وقوع پزیر شہر گوالیار کے قلعہ میں حضرت مجدد الف ثانی کو نظر بند کردینے کا حکم صادر کر دیا ،اور مخلوق خدامیں اللہ تعالی کی طرف سے محو حیرت کر دینے والی چیزوں میں ایک یہ بھی ہے کہ یہ قید خانہ ہندوستان میں دعوت اسلامیہ کے حوالے سے ایک عظیم الشان نعمت کی شکل میں تبدیل ہوگیا ،چنانچہ ابھی حضرت مجدد الف ثانی کے قلعہ کے قید خانہ میں

داخل ہوئے چند ہی دن ہوئے تھے کہ قلعہ کی زمین بدل گئی چور اور رہزن جیسے مجرمین نماز پڑھنے لگے اور اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہونے لگے اور یہ مجرمین حضرت مجدد الف ثانی کے احکام کی پیروی کرنے لگے اور اپنے اسلامی واجبات کوایسے انہماک کے ساتھ ادا کرنے لگے کہ اس طرح کا انقلاب اس سے پہلے ان جیسوں میں دیکھنے کو نہیں ملا تو اس انقلاب کی بھنک رفتہ رفتہ داروغۂ جیل کو لگی اور اس نے بادشاہ کو لکھا کہ شیخ سرہندی نامی قیدی کی شان قیدو بند میں رہنے کی نہیں، بے شک وہ تو فرشتہ ہے زمین نے ان جیسوں کو بہت کم ہی پیدا کیا ہے ،کاش بادشاہ ان کی رہائی کا پروانہ عطا کر دیتے اور ان کی شایان شان عزت وافزائی کی ہمیں اجازت دیتے تو بادشاہ کو حضرت مجدد الف ثانی کے سلسلہ میں اپنے عجلت میں کیے ہوئے سخت اقدامات پر بہت شرمندگی ہوئی اور اس نے حضرت مجدد الف ثانی کو اپنے دار السلطنت میں بلا بھیجا اور جب اس کو حضرت مجدد الف ثانی کے دار السلطنت سے قریب پہنچ جانے کی خبر ملی تو اس نے ولیٔ عہد امیر خرم (جو اپنے باپ بادشاہ جہاں گیر کی وفات کے بعد شاہ جہان کے لقب سے تخت نشیں ہوا) کو حضرت مجدد الف ثانی کے استقبال میں خیر مقدم کے لیے بھیجا۔

اور ایسا ہوا کہ حضرت مجدد الف ثانی دار السطنت تشریف لائے اور بادشاہ کے در دولت پر حاضر ہوئے بادشاہ اور اس کے حاشیہ نشینوں کو اسلامی انداز میں سلام کیا اور لوگوں کی طرح بادشاہ کو سجدہ نہ کیا خیر بادشاہ اتنا برداشت کر گیا اور بادشاہ نے آپ کی بڑی آؤ بھگت کی اور قصر شاہی میں آپ کو ٹھہرانے پر بضد ہوا تاکہ اس کو آپ کی کار آمد نصیحتوں سے استفادہ کرنے میں آسانی ہو اور آپ بادشاہ کو اپنی دینی نشستوں سے خیرو برکت فضل و کرم کا افادہ کر سکیں چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی شاہی محل میں ٹھہرے رہے اس طرح بادشاہ پر قابل تحسین مساعی اور مؤثر نصیحتوں کا اثر یہ ہوا کہ وہ اپنے باپ بادشاہ اکبر کی گمراہ کن بدعات و منکرات ضلالات و خرافات میں سے بہتوں کو ختم کرنے پر راضی ہو گیا۔

اللہ تعالی حضرت مجدد الف ثانی کی تربت پر رحمت و نور کی بارش نازل فرمائے اور آپ پر اپنے رحمت بے پایاں کی برکھا برسائے آپ کی دوسری بہت سی جلیل القدر خدمات اور قابل صد افتخار اور لائق تحسین نمایاں کارنامے ہیں مقام جن کے ذکر اور ان کی تفصیلات کا متحمل نہیں ۔

## دار المصنفین اعظم گڑھ (از استاذ محمد ناظم ندوی)

ہر وہ قوم جو اپنے بقا کے لیے کوشاں اور اپنی زندگی سے بہرہ مند ہونے کی کوشش کر رہی ہو تو اس کے لیے ضروری یہ ہے کہ اپنے دین کی گرہ کو مضبوطی سے تھامے رہے اور اپنے عقائد کی رسی کو پوری قوت سے پکڑ لے ،اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب لوگوں کے سامنے ان کے دین کو ان کی طبیعتوں اور ذہنوں سے مانوس نئے اسلوب میں پیش کیا جائے اور بس اسی طرح وہ لوگ مغربی تہذیب نے جن کی نظروں کو چکا چوند کر دیا ہے انھیں اس گمراہی میں گرنے سے بچانے کا واحد راستہ یہ ہے کہ ان کے اعتراضات کا جواب ان کے دلوں کو بھانے والے جدید پیرائے بیان میں دیا جائے تو وہ شخصیت جس نے نو جوانوں اور ان کے علاوہ بڑھتی ہوئی نسل کی رگوں میں سرایت کرتی ہوئی اس بیماری کی تشخیص کی وہ علامہ شبلی نعمانی

مرحوم صاحب تصانیف جلیلہ ہیں چنانچہ انھوں نے اس بیماری کے مداوی کی طرف سبقت کی اور ایک ایسی اعلی انجمن قائم کرنے کا عزم فرمایا جو ہندوستانی مسلمانوں کی ضروریات کی کفالت کر سکے تو کیا تھا آپ نے اعظم گڑھ میں دار المصنفین کے نام سے ایک علمی انجمن کی بنیاد ڈالی اور اس کے نام پر اپنا گھر اور باغ کی زمین کا ایک اچھا خاصہ حصہ وقف کر دیا اگرچہ آپ کے مبارک ہاتھوں سے لگایا ہوا یہ درخت ابھی ثمر آور نہیں ہوا تھا کہ آپ کے اور آپ کی پاکیزہ امیدوں کے درمیان قضاء الہی حائل ہوگئی،لیکن آپ نے اپنے بیدار مغزاور سمجھدار شاگردوں کی ایک پوری ٹیم اپنے پیچھے چھوڑی جو مرحوم شبلی نعمانی کے بے پایاں علم ان کے وافر علوم و معارف اور خلوص نیت کے پیکر تھے چنانچہ یہ لوگ علامہ مرحوم کے مقصد یعنی اردو زبان میں سیرت نبوی ﷺ اور سیر صحابہ رضی اللہ عنھم ،تاریخ ،فلسفہ جدیدہ اور علم کلام جدید وغیرہ جن کی عصر حاضر میں مسلمان ضرورت محسوس کرتے ہیں ان موضوعات پر کتابوں کی تالیف میں اپنی کوشش صرف کرنے لگے ۔

یہ اکیڈمی اپنے ابتدائی ایام میں ایک معمولی ادارے اور چھوٹی سی لائبریری اور علامہ مرحوم کے مٹھی بھر شاگردوں کے سوا کچھ بھی نہیں تھی مگر اللہ تعالی نے اس اکیڈمی کی ہندوستان کے اکابرین کے ذریعہ دست گیری فرمائی اور ان اکابرین میں سر فہرست علامہ سید سلیمان ندوی ہیں جن کے مثل سر زمین ہند نے بہت کم افراد پیدا کئے ہیں تو اس طرح اس کی جڑیں مضبوط ہوگیئں اور اس کی شاخیں دراز ہوبئں اور ان کے پھل ذائقہ دار ہوئے اور یہ سب اس لیے ہوا کہ اس اکیڈمی کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی تھی کیونکہ اس انجمن کے اہم مقاصد میں سے ایک مقصد اردو زبان میں اچھوتے انداز میں خیر البشر خاتم الرسل ﷺ کی سیرت پر ایک جامع کتاب کی تالیف تھا جس میں مستشرقین اور ان کے علاوہ کی طرف سے اسلام اور نبی کریم ﷺ پر کئے گئے اعتراضات کا جواب دیا جائے اور صحابہؓ کرام کی سیرت پر کتابوں کی تالیف بھی اس کا اہم مقصد تھا تاکہ مسلمان صحابہ کرام کی حیات طیبہ کا مطالعہ کریں اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔

آپ لوگوں کو بخوبی معلوم ہے کہ انجمن اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب رہی اور اپنے مقاصد کو حاصل کیا ،اور مرور وقت کے ساتھ ساتھ یہ انجمن ترقی کر رہی ہے اور اس کا حلقہ وسیع ہوتا جارہاہے اور اس کا دائرہ کار بڑھتا جا رہا ہے ۔

اس انجمن کی تالیفات اور دوسری زبانوں سے اردو زبان میں ترجمہ کی جانے والی کتابوں کی تعداد چالیس یا اس سے کچھ زیادہ ہو چکی ہے اور تالیفات اور ترجمے مختلف علوم و فنون میں ہیں ان میں سے کچھ سیرت میں ہیں کچھ تاریخ میں ،کچھ فلسفۂ جدیدہ میں ،علم کلام جدید اور کچھ تالیف علم ادب اور ان کے علاوہ میں ہیں اور اس اکیڈمی کی سب سے بہترین تصنیف "سیرت النبی "ہے یہ کتاب چند حصوں پر مشتمل ہے اکیڈمی ان میں سے چار حصوں کو شائع کر چکی ہے بلا شبہ یہ کتاب بے مثال و بے نظیر ہے یہاں تک کہ خود عربوں نے سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر اس طرح کی جامع کتاب تصنیف نہیں کی ہے ،اور اسی وجہ سے بہت سے ایسے مسلمان جو اردو زبان نہیں جانتے ہیں انھوں نے اس کتاب کو اپنی زبانوں میں منتقل کرنے کی طرف سبقت کی ہے چنانچہ ترکوں نے اس کتاب کے تین حصوں کو اپنی زبان ترکی میں منتقل کر لیاہے اور جلد ہی وہ لوگ چوتھے حصہ کو بھی اپنی زبان میں منتقل کر لیں گے جس کی اشاعت کو ابھی دو ہی مہینہ ہوئے ہیں اور اس طرح دار المصنفین کی بہت سی تالیفات مختلف زبانوں میں منتقل کی جا چکی ہیں اور یہ چیز اس بات کی روشن دلیل ہے کہ دار

المصنفین انجمن کی تالیفات کا بڑا اعزاز اور ان کی بڑی خصوصیات ہیں اور ان میں ہندوستانی مسلمانوں کے لیے خاص طور پر اور پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے عام طور پر بہت سے فوائد ہیں ۔

اس انجمن کی شہرت صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ اس کا آوازہ مغربی ممالک کی گہرائیوں میں اتر چکا ہے اور ان ممالک کی بہت سے علمی انجمنوں میں اس کا تعارف ہو چکا ہے اور ان انجمنوں نے دار المصنفین سے مختلف معاملات میں خط وکتابت اور مراسلت کی ہے۔

یقیناً اس انجمن کا دائرہ جیسا کہ ہم نے ابھی پہلے بیان کیا شروع میں تنگ تھا اور اسکے کارکنان تھوڑے اور اس کے رفقاے کار کم تھے پھر اس کا انتظامیہ وسیع اور اس انجمن کے شعبے گوناگوں اور اس کا کام بڑھ گیا یہاں تک کہ اس کے رفقاے کار اور کارگزاروں کی تعداد چالیس ہوگئی اور اس کے تمام شعبوں کی ترقی کی وجہ سے انجمن کا دامن اپنی وسعت کے باوجود تنگ پڑ چکا ہے اور انجمن ان لوگوں کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی ہے جو اس کو چندہ دیتے ہیں یا عن قریب جو لوگ چندہ دے کر اس کی مدد کریں گے ،اور انجمن کے کتنے رفقا اکیڈمی سے باہر شہر ہی میں رہتے ہیں کیونکہ اکیڈمی کی رہائش گاہیں اور ہال ان کو اپنے اندر سما نہیں سکتے ہیں اس لیے وہ اکیڈمی سے باہر شہر ہی میں رہنے پر مجبور ہیں اور شہر میں وہ لوگ بہت سی تکالیف اور بازاروں کے شورو شغف برداشت کررہے ہیں اور یہ چیز بانئ انجمن کے مقصد کے خلاف ہے کیوں کہ تصنیف و تالیف کا کام چیخنے چلانے،سیٹی بجانے،بے معنیٰ آواز کرنے والوں کے درمیان جو اس مقصد میں خلل انداز ہوں ان سے طمانیت قلبی،سکون و قرارخاطر،مکمل صحت و عافیت کا طالب ہے، اسی وجہ سے اکیڈمی کو ایک دار الرفقا اور دوسرے دار المکتبہ (جس کی نئی نئی کتابوں میں آئے دن اضافہ ہوتا جا رہا ہے )کے نام سے دو عمارتیں تعمیر کرنے کے لیے پچاس ہزار روپیوں کی ضرورت ہے،اور اس میں سے کچھ رقم کو ایسی نئی نئی کتابیں خرید کر دار النشر و الاشاعت کی توسیع پر خرچ کیا جائے گا،مؤلفین حضرات جن کتابوں کی ضرورت اپنی تالیفات و تصنیفات میں محسوس کرتے ہیں۔

اکیڈمی کی طرف سے رفقا کو دی جانے والی تنخواہیں ان کی ضروریات بھر نہیں ہوتیں اس لیے کہ یہ تنخواہیں بہت کم ہیں تو اگر اس میں کم سے کم ماہانہ ایک ہزار روپیے کا اضافہ کردیا جائے تو وہ پورے اطمینان اور سکون کے ساتھ کام کریں گے اسی طرح اکیڈمی میں تصنیف و تالیف کا کام کرنے والے افراد اپنی کم تعداد کی وجہ سے اکیڈمی کے تمام ارادوں کو عملی جامہ نہیں پہنا پاتے ،تو اگر ان میں دس ارباب قلم کا اضافہ کر دیا جائے تو انجمن اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہو جائے گی،انجمن کی امداد کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ علوم و فنون کی نشر و اشاعت کے خواہاں ہیں وہ اکیڈمی کے سالانہ چندے کی طرف سبقت کریں جس کا مبلغ بیس روپیہ ہےجس کے بدلے میں اہل خیر کو سال بھر ماہنامہ "معارف"اور ان کے چندہ دینے کے سال اکیڈمی سے شائع ہونے والی کتابیں مفت دی جائیں گی اور جو بارہ روپیے چندہ دے تو اس کو سال بھر ماہنامہ مفت اور کتابیں آدھی قیمت پر دی جائیں گی ،اور جو اکیڈمی کے دائرے کے وسیع ہونے کے لیے کوشاں ہو تو اس کا اجر اللہ پر ہے اور وہ انجمن کے محسنین میں سے ہے اے مسلمانو!بھلائی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

**نوٹ**

**اگر ترجمہ میں کسی طرح کی کوئی غلطی پائیں تو ہدف تنقید نہ بنائیں بلکہ خلوص نیت کے ساتھ درست کرلیں۔**

**از:محمد گل ریز رضا مصباحی ،بریلی شریف یوپی**

مصنف کی دیگر قلمی کاوشیں
مصباح العربیہ شرح منہاج العربیہ اوّل
روز مرّہ کے شرعی مسائل
مصباح العربیہ شرح منہاج العربیہ دوم
معارف الادب شرح مجانی الادب اول
مصباح العربیہ شرح منہاج العربیہ سوم
روضۃ الادب شرح فیض الادب
مصباح العربیہ شرح منہاج العربیہ چہارم
حیاتِ خضر علیہ السلام
مصباح العربیہ شرح منہاج العربیہ پنجم
مختصر عربی حکایات اور چٹکلے
مشکوٰۃ العربیہ شرح مفتاح العربیہ اوّل
ترجمہ کیسے کریں۔
مشکوٰۃ العربیہ شرح مفتاح العربیہ دوم
مصباح النحو شرح خلاصۃ النحو اوّل
مشکوٰۃ العربیہ شرح مفتاح العربیہ مکمل
مصباح النحو شرح خلاصۃ النحو دوم
مصباح الطالبین ترجمہ منہاج العابدین
انوار العرب شرح ازھار العرب
علم صرف کے آسان قواعد
مراح الارواح سوالاً جواباً
اہم تراکیب اور ان کا حل
روضۃ الادب شرح فیض الادب دوم
نحوی سوال وجواب
مصباح المصادر شرح تسہیل المصادر
مفتاح الانشاء شرح مصباح الانشاء اوّل
لغات القرآن
مفتاح الانشاء شرح مصباح الانشاء دوم
لغت گل، عربی، اردو، انگلش
مصباح الصرف شرح میزان الصرف
اور ان کے علاوہ کچھ کتابوں پر کام جاری ہے
محمد گل ریز رضا مصباحی
مدناپوری، بریلی شریف